خلاصہ و تسہیل

قصد السبیل

مصنفہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلخیص و تشریح

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

مفتی اعظم پاکستان

ادارۃ المعارف کراچی

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ

خلاصہ و تسہیل

قَصدُ السَّبِیل

مصنفہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

تلخیص و تشریح

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

فہرستِ مضامین

تصوف و طریقت کے متعلق عام غلط فہمیاں ۵
پہلی ہدایت شریعت و طریقت کے بیان میں ۱۰
دوسری ہدایت توبہ کے بیان میں ۱۴
توبہ کی حقیقت اور اُس کا طریقہ ۱۵
حقوقِ واجبہ کی ادائیگی ۱۶
حقوق العباد ۱۸
تیسری ہدایت علمِ دین حاصل کرنے کے بیان میں ۲۰
چوتھی ہدایت مرشد کی ضرورت اور اُس کی پہچان ۲۱
پیرِ کامل کی پہچان ۲۲
پانچویں ہدایت پیری مریدی کا مقصد ۲۴
بیعت اور پیری مریدی کی حقیقت ۲۸
چھٹی ہدایت مرید کے لئے دستور العمل ۳۰
دستور العمل اس شخص کا جو عالم نہیں اور دُنیا کے کام سے
بے فکر نہیں ہے ۳۱

دستور العمل اس شخص کا جو عالم نہ ہو اور دنیا کے کام سے
بے فکر ہو.. ۳۳
دستور العمل اس عالم کا جو دینی یا دنیوی کام میں لگا ہو..... ۳۵
دستور العمل خاص اُس عالم کا جو کام میں لگا ہوا نہ ہو..... ۳۶
مراقبۂ موت.. ۴۰
نسبتِ باطنی.. ۴۵
ساتویں ہدایت یکسوئی کے بیان میں.. ۵۰
آٹھویں ہدایت اختیاری اور غیر اختیاری اعمال کے متعلق......... ۵۳
نویں ہدایت در رُسومِ مشائخ.. ۵۶
ہدایت دہم عام مردوں کو نصیحت یعنی جو عالم نہیں............. ۵۸
عام عورتوں کو نصیحت.. ۶۰
خاص ذکر و شغل کرنے والوں کو نصیحت.......................... ۶۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.
اَمَّا بَعْدُ!

تصوف و طریقت کے متعلق عام غلط فہمیاں

دین کی جو تعلیمات تصوف و طریقت کے نام سے معروف ہوئیں، وہ درحقیقت شریعتِ اسلام کا ایک نہایت اہم حصہ ہیں جن کے بغیر ایمان و اسلام کامل ہو ہی نہیں سکتا۔ اور درحقیقت شریعت پر مکمل عمل کرنے ہی کا دوسرا نام طریقت و تصوف ہے، لیکن ایک عرصہ دراز سے کچھ لوگوں کی غفلت اور کم علمی سے اور کچھ غلط کار لوگوں کی مداخلت سے اس کی حقیقت کچھ ایسی مبہم اور مخلوط ہوگئی کہ کسی نے محض درویشوں کی چند رسوم و عادات کا نام تصوف رکھ لیا، کسی نے غیر اختیاری طور پر پیش آنے والے وجدی حالات و کیفیات ہی کو تصوف سمجھ لیا، کسی نے کشف و کرامات کا نام تصوف رکھ لیا، اور بعض لوگوں نے غلطی سے اس طریق میں کچھ بدعت کے اعمال شامل کرلئے اور انہیں کو تصوف سمجھنے لگے۔ تصوف کا اصل مقصود اکثر لوگوں کی نظر سے اوجھل

ہوگیا اور اس مقصود و غیر مقصود کے اختلاط سے طرح طرح کے نقصان پہنچے، مثلاً جن لوگوں نے غیر اختیاری وجدی حالات و کیفیات کو یا کشف و کرامات کو تصوف سمجھ لیا، جو در حقیقت نہ تصوف کے لئے لازم ہیں اور نہ ہر ایک کو حاصل ہوتی ہیں، نہ اُن کے حاصل نہ ہونے سے کسی دینی کمال میں کوئی نقصان یا مقصد تصوف میں کوئی کمی آتی ہے، ایسا سمجھنے والے سالکین طریق جب محنت و مجاہدے کے باوجود یہ کیفیات حاصل ہوتی نہیں دیکھتے تو انہیں مایوسی ہونے لگتی ہے کہ ہمیں اس طریق کا مقصد حاصل ہی نہیں ہوسکتا۔ اور کچھ ناقص العمل بلکہ فاسق فاجر لوگوں کو کسی وظیفہ یا عمل کے پڑھنے سے یہ کیفیات حاصل ہوگئیں تو وہ انہیں کو مقصود تصوف سمجھ کر مغرور ہوجاتے ہیں کہ ہمیں اس طریق میں کمال حاصل ہوگیا، حالانکہ احکام شرعیہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پابندی کے بغیر کسی کو تصوف کا مقصد حاصل ہو ہی نہیں سکتا، تمام ائمہ صوفیہ کی تصریحات اس بارے میں معروف و مشہور ہیں۔

اس زمانے میں حق تعالیٰ نے سیدی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کو مجددانہ خدمات اور دینی اصلاحات کے لئے چن لیا تھا، جس پر ان کی سینکڑوں تصانیف شاہد ہیں۔

تصوف و طریقت کی حقیقت کو واضح کرنے اور اس کے مقصود و غیر مقصود میں امتیاز کرنے اور اس راہ میں صحیح اور کامیاب عمل کے

طریقے بتلانے کے لئے حضرت قدس سرہ نے بہت سی تصانیف فرمائی ہیں، مثلاً ''التکشف فی مسائل التصوف''، ''التشرف فی مسائل التصوف''، ''مسائل السلوک''، ''تعلیم الدین'' وغیرہ۔ پھر ان سب تحقیقات کا ایک مختصر مجموعہ اور سالکینِ طریق کے لئے اُن کے مختلف حالات کے اعتبار سے الگ الگ دستور العمل ایک رسالہ میں بنام ''قصد السبیل'' تصنیف فرمایا، پھر اس کے ساتھ تصوف و طریقت کی حقیقت کو واضح کرنے اور اس کو آسان کرنے والے چند مضامین کا اضافہ بطور ضمیمہ فرمایا اور مجموعۂ مضامین کو نسبت تصوف اور حج حاسۂ باطنی سے ملقب فرمایا، یہ رسالہ رجب ۱۳۵۰ھ میں شائع ہوا۔

چونکہ اس رسالے کی زبان علمی تھی، کم علم لوگوں کو اس سے استفادے میں دشواری پیش آتی تھی، اس لئے حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے قدیم خلیفہ اور صاحبِ کشف و کرامات بزرگ مولانا شاہ لطف رسول صاحب نے حضرتؒ کی اجازت سے اس رسالے کی تسہیل آسان زبان میں لکھی، جو بنام ''تسہیل قصد السبیل'' بار بار شائع ہو چکی ہے جس کے ساتھ کچھ اہم مضامین بطور ضمیمہ شامل کیے گئے تھے، لیکن آج کل کچھ تو علمی استعداد کی کمی اور کچھ لوگوں کی سہولت پسندی نے ایسا کر دیا کہ وہ کسی رسالے کو پڑھیں، پھر اس کے ضمائم کو الگ دیکھیں، پھر سب کے مجموعے سے کچھ نتیجہ نکالیں، یہ سخت مشکل ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس طرح کے لوگوں نے بزرگوں کے ان علمی جواہر

یاروں کو دیکھنا ہی کم کردیا۔ یہ مختصر رسالہ چونکہ احقر کی نظر میں تصوف و طریقت کی حقیقت کو واضح کرنے اور اس کے مقصود و غیر مقصود میں امتیاز کرنے اور اس طریق کو آسان کرنے میں دریا بکوزہ کا مصداق ہے، جس میں اس طریق کے مبتدی سے لے کر منتہی تک سب کے لئے اہم ہدایات ہیں، اس لئے احقر نے اس وقت اس کی ضرورت محسوس کی کہ مبتدی لوگوں کی سہولت کے لئے اس رسالے کے مضامین کا خلاصہ اس طرح لکھ دیا جائے کہ ضمائم کے مضامین کو اصل کے ساتھ لکھ دیا جائے اور اصل رسالے میں جس جگہ کوئی اجمال ہے اس کی تشریح بھی ہو جائے، چنانچہ زیر نظر رسالے میں ابتدائی پانچ ہدایتوں تک کچھ تشریحات بھی شامل کی گئی ہیں، چھٹی ہدایت سے آخر تک تقریباً ''تسہیل قصد السبیل'' کا پورا مضمون اسی کی عبارت میں لکھا گیا ہے، اور یہی مضمون دراصل اس رسالے کا مقصود ہے، یہ خلاصہ مبتدی لوگوں کے لئے لکھا گیا ہے، اس کے مطالعے سے کچھ مناسبت پیدا ہو جانے کے بعد اصل رسالہ ''قصد السبیل'' کا پورا مطالعہ بھی نہایت مفید ہے، وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ الْمَوْلَی الْجَلِیْلُ، وَعَلَیْہِ مُنْتَھٰی قَصْدِ السَّبِیْلِ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ لَیْسَ لَہٗ فِی الْکَمَالِ الْعَدِیْلُ، وَھُوَ لِذٰلِکَ السَّبِیْلِ خَیْرُ الدَّلِیْلِ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْبَاذِلِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ فِی اللّٰہِ مِنْ کُلِّ کَثِیْرٍ وَّقَلِیْلٍ، اَلْمُبَلِّغِیْنَ لِلْاٰیَاتِ وَالرِّوَایَاتِ بِعِزِّ عَزِیْزٍ وَّذُلِّ ذَلِیْلٍ. اَمَّا بَعْدُ:

تصوف و طریقت جو درحقیقت شریعت ہی پر مکمل عمل کرنے کا دُوسرا نام ہے، اس میں ایک زمانہ دراز سے کچھ ایسا اختلاف و التباس پیش آرہا تھا کہ بہت سے ناواقف لوگ کچھ بزرگوں کی رُسوم و عادات کو، اور بہت سے اُن کی غیراختیاری کیفیات اور وجدی حالات ہی کو تصوف سمجھ بیٹھے تھے، مقصود و غیرمقصود میں امتیاز نہ رہنے سے بعض لوگ تو اس طریق کو نہایت دُشوار، ناقابلِ عمل سمجھ کر مایوس ہونے لگے، اور بعض لوگ خلافِ شرع اُمور کے ارتکاب اور غیرشرعی عادات و اخلاق کے باوجود کچھ حالات اور اچھے خواب دیکھ کر نفس کی اصلاح اور اعمال کے اہتمام سے بےفکر ہونے لگے، ان خرابیوں کی اصلاح کے لئے اس مختصر رسالے میں طریقت و تصوف کی حقیقت اور اس کے اصل مقصود اور حصولِ مقصود کے طریقوں کے متعلق چند اہم اور ضروری

مضامین بعنوانِ "ہدایات" لکھتے جاتے ہیں۔

پہلی ہدایت

شریعت وطریقت کے بیان میں

سلوک وطریقت جس کو عرف میں تصوف کہتے ہیں، اُس کی حقیقت یہ ہے کہ(۱) مسلمان اپنے ظاہر و باطن کو اعمالِ صالحہ سے آراستہ کرے اور اعمالِ بد سے بچائے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ:-

اصل مقصود تو حق تعالیٰ کو راضی کرنا ہے، اور اس کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ہے، ان حکموں میں بعضے متعلق ظاہر کے ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ، اور جیسے نکاح، طلاق اور ادائِ حقوقِ زوجین اور قسم و کفارہ وغیرہ، اور جیسے لین دین و پیرویٔ مقدمات و شہادت، وصیت، تقسیم ترکہ وغیرہ، اور جیسے سلام و کلام اور طعام و منام اور قعود و قیام اور مہمانی و میزبانی وغیرہ کے اُحکام، ان سب مسائل کو علم فقہ کہتے ہیں۔

اور بعضے متعلق باطن کے ہیں، جیسے خدا تعالیٰ سے محبت رکھنا اور اُس سے ڈرنا، خدا کو یاد کرنا، دُنیا سے محبت کم کرنا، خدا کی مشیت پر

(۱) یہ مضمون حضرتؒ نے اس جگہ مختصر اور آخر میں تذئیل قصد السبیل کے عنوان سے بحوالہ التکشف مفصل بیان فرمایا ہے، احقر نے سہولت کے لئے دونوں کو اسی جگہ جمع کر دیا ہے۔ ۱۲ محمد شفیع

راضی رہنا، حرص نہ کرنا، عبادت میں دل کا حاضر رکھنا، اپنے کاموں کو خلوص کے ساتھ اللہ کو راضی کرنے کے لیے کرنا کسی کو حقیر نہ سمجھنا، خود پسندی نہ ہونا، غصے کو ضبط کرنا وغیرہ۔ ان اخلاق کو سلوک اور طریقت وتصوف کہتے ہیں۔

اور جس طرح احکام ظاہرہ نماز، روزہ وغیرہ پر عمل فرض و واجب ہے، اسی طرح ان پر عمل بھی از روئے قرآن وسنت فرض و واجب ہے، اور باطنی خرابیوں سے بچنے کا اہتمام اس لیے زیادہ ضروری ہے کہ ان باطنی خرابیوں کا اثر ظاہری اعمال پر بھی پڑتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کی محبت کم ہونے سے نماز میں سستی ہوگئی یا جلدی جلدی رکوع، سجدے کا حق ادا کیے بغیر پڑھ لی یا بخل کے سبب زکوٰۃ یا حج ادا کرنے کی ہمت نہ ہوئی یا تکبر اور غصے کے غلبے سے کسی پر ظلم ہوگیا، خلاصہ یہ ہے کہ شریعت وطریقت دو الگ چیزیں نہیں بلکہ شریعت کے تمام احکام ظاہرہ وباطنہ پر پورا پورا عمل کرنے کا نام ہی طریقت ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علم فقہ کی تعریف ہی ایسی کی ہے جس میں اعمال ظاہرہ اور اعمال باطنہ سب داخل ہیں۔

مگر متاخرین نے سہولت تحصیل کے لیے اعمال ظاہرہ (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، تجارت، اجارہ وغیرہ) کو الگ جمع کر کے ان کا نام فقہ رکھ دیا، اور اعمال باطنہ (اخلاص، صبر، شکر، زہد وغیرہ) کے احکام کو الگ جمع کر کے ان کا نام تصوف وطریقت رکھ دیا، اس

اصطلاح کے مطابق ایک کو دوسرے سے الگ الگ بھی اس طرح کہہ سکتے ہیں جیسے نماز الگ اور روزہ الگ عبادت ہے، انسان کا ہاتھ ایک الگ عضو ہے، پاؤں الگ دوسرا عضو ہے، آنکھ اور چیز ہے، کان اور قلب و جگر و لب الگ الگ عضو ہیں، لیکن مجموعۂ انسانیت کی تکمیل ان سب کے مجموعے ہی سے ہوتی ہے، ان میں سے کسی ایک کو لے کر دوسرے سے استغنا نہیں ہوسکتا

اسی طرح متاخرین کی اصطلاح کے مطابق علم عقائد، علم فقہ، علم تصوف بلاشبہ الگ الگ علوم وفنون ہیں، مگر انسان کامل یا مومن و مسلم ان سب کے مجموعے ہی سے بنتا ہے، اور قرآن و سنت کی پیروی ان سب ہی پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان میں سے صرف کسی ایک حصے کو لے کر دوسرے کو نظر انداز کرنا ایسا ہی مہلک ہے جیسے کانوں کی حفاظت کی جائے، آنکھوں کو ضائع کر دیا جائے یا روزہ کی حفاظت کی جائے، نماز کو ضائع کر دیا جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے فرمایا ہے -

شریعت بغیر طریقت کے نرا فلسفہ ہے، اور طریقت بغیر شریعت کے زندقہ و الحاد۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے فرمایا -

---

(۱) یہ مضمون حضرت نے پانچویں ہدایت میں مستقل تحریر فرمایا تھا، سہولت کے لئے اس کو اسی پہلی ہدایت میں شامل کر دیا گیا ۱۲ محمد شفیع

جس شخص کا ظاہر پاک نہ ہو، اس کا باطن پاک ہو ہی
نہیں سکتا۔

ظاہر کے پاک ہونے سے مراد اعمالِ ظاہرہ کی پابندی جو علم فقہ میں بیان کی جاتی ہے اور باطن کے پاک ہونے سے مراد اعمالِ باطنہ کی پابندی ہے جس کا بیان علم تصوف و سلوک میں ہوتا ہے۔

اور امام سہروردی نے عوارف المعارف میں صوفیائے کرام کو پیش آنے والے حالات و کیفیات کے متعلق فرمایا کہ حضرت سہل بن عبداللہؒ نے فرمایا ہے کہ:-

كُلُّ وَجْدٍ لَا يَشْهَدُ لَهُ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ فَبَاطِلٌ

ترجمہ: جس وجد کی صحت کی کوئی شہادت کتاب و
سنت میں موجود نہ ہو وہ باطل ہے۔

اور پھر فرمایا کہ صوفیائے کرام کا تو اتباعِ سنت کے مقابلے میں یہ حال ہے، اس لئے جو جاہل صوفی اس کے خلاف حالات کا مدعی ہو وہ فتنے میں پڑا ہوا کذاب ہے۔ (عوارف برحاشیہ احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۸۰)

چوتھی صدی ہجری کے مشہور امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایک پیغام اپنے زمانے کے صوفیائے کرام کے نام بنام "رسالہ قشیریہ" لکھا ہے، اس میں بھی اتباعِ سنت ہی کو تمام صوفیائے کرام کا اصل وظیفہ قرار دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض جاہل مدعیانِ تصوف جو یہ کہتے ہیں

کہ شریعت و طریقت تک دو راہیں ہیں، ایک کام جو شریعت میں حرام ہے، ہو سکتا ہے کہ طریقت میں حلال ہو، یہ قطعاً گمراہی اور کھلی بے دینی اور تمام صوفیائے کرام کے مسلک کے خلاف ہے۔

دُوسری ہدایت

توبہ کے بیان میں

پہلی ہدایت میں جب یہ ثابت ہوگیا کہ تصوف و طریقت کی یہی حقیقت ہے کہ شریعت کے تمام ظاہری اور باطنی اعمال پر پورا پورا عمل کیا جائے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان تمام احکام شرعیہ پر عمل ہر مسلمان کے لئے فرض و واجب و ضروری ہے، اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس میں غفلت نہ برتے، اس صراط مستقیم پر چلنے میں پوری ہمت سے کام لے، اور جو شخص اس کا ارادہ کرے اُس کے لئے سب سے پہلا کام پچھلے کئے ہوئے گناہوں سے مکمل توبہ کرنا ہے، توبہ کا طریقہ آگے مفصل بیان کیا جاتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق جو قابل واجب ہیں ان ان داخل اور خصوصاً بندوں کے حقوق (۱) جو کسی کے ذمہ ہیں، خواہ مالی حقوق ہوں کہ کسی کا مال ناجائز طور پر لے لیا ہو یا

---

(۱) اس ہدایت کا مضمون کچھ تو قصد السبیل سے لیا گیا اور کچھ احقر نے بطور تشریح حضرت کی دوسری کتابوں سے لکھا ہے۔ ۱۲ محمد شفیع

جسمانی حقوق ہوں کہ کسی کو ہاتھ یا زبان سے ستایا ہو ان سب حقوق کی ادائیگی یا اصحاب حقوق سے معافی شرط توبہ ہے۔ جب تک کوئی آدمی ان حقوق سے سبکدوش نہ ہو، گو عمر بھی عبادت میں محنت و ریاضت کرتا رہے، ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچے گا۔

توبہ کی حقیقت اور اُس کا طریقہ

صرف زبان سے توبہ توبہ کہہ لینے یا استغفار کے الفاظ پڑھ لینے سے توبہ نہیں ہوتی، بلکہ توبہ کے لئے تین رکن ضروری ہیں۔ اول یہ کہ پچھلے کئے ہوئے گناہوں پر ندامت و افسوس اور دل میں ایک تڑپ اور رنج وصدمہ پیدا ہو۔ دوسرے یہ کہ بالفعل ان سب گناہوں کو چھوڑ دے۔ تیسرے یہ کہ آئندہ کے لئے دل میں پختہ ارادہ کرے کہ ان میں سے کسی گناہ کے پاس نہ جاؤں گا۔

توبہ کا پہلا رکن یعنی پچھلے کئے ہوئے گناہوں پر ندامت اور دل میں رنج وغم پیدا ہونا، اس کا کوئی ذریعہ بجز علم کے نہیں، کہ اول انسان کو یہ معلوم ہو کہ کیا کیا کام گناہ کبیرہ یا صغیرہ ہیں؟ دوسرے یہ معلوم ہو کہ ان گناہوں کا وبال دنیا و آخرت میں کیا ہے؟ یہ باتیں حضرت کے رسالے "گناہ بے لذت" سے بھی معلوم ہو سکتی ہیں اور بزرگوں کی دوسری کتابوں سے بھی، مثلاً بہشتی زیور، جزاء الاعمال، تعلیم الدین، حیوۃ المسلمین، تبلیغ دین وغیرہ۔ ان کتابوں کو مسلسل مطالعے

میں رکھنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ دل میں اپنے گناہوں پر ندامت، افسوس اور رنج و غم پیدا ہوگا۔ پھر توبہ کا دوسرا رکن سب گناہوں کو فوراً چھوڑنا ہے، یہ کام بغیر ہمت کے نہیں ہوسکتا، اور ہمت پیدا کرنے کا طریقہ بزرگوں اور نیک لوگوں کی صحبت اور اُن کے حالات پڑھنے سننے کے سوا کچھ نہیں۔ توبہ کا تیسرا رکن آئندہ کے لئے گناہ کے پاس نہ جانے کا پختہ قصد ہے، وہ آدمی کے اپنے اختیار میں ہے، ہر وقت کرسکتا ہے، مگر ہمت ہر کام میں ضروری ہے، اس معاملے میں بھی اس کو یہ پختہ ارادہ کرنا ہوگا کہ اللہ و رسولؐ کا حکم ماننے میں چاہے جتنی اپنے آپ کو تکلیف ہو اور چاہے جتنا بڑا نقصان جان کا یا مال کا ہوجائے اور چاہے کوئی دنیوی فائدہ جاتا رہے اور چاہے جتنی لوگ ملامت کریں سب گوارا کریں گے، مگر اللہ و رسولؐ کی فرمانبرداری نہ چھوڑیں گے، اگر اتنی ہمت نہیں ہے تو وہ اللہ کا طالب نہیں۔

حقوقِ واجبہ کی ادائیگی

جب آپ گناہوں کی تفصیل مذکورہ کتابوں میں دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان گناہوں میں بعض تو ایسے ہیں جن سے صرف اللہ تعالیٰ کے حق کی خلاف ورزی ہوئی، کسی انسان کو اُس سے کوئی تکلیف نہ پہنچی، اور بعض وہ ہیں جن سے دوسرے انسان یا انسانوں کو ایذاء و تکلیف پہنچی ہے، پہلی قسم حقوق اللہ کہلاتے ہیں اور دوسری قسم حقوق

اجباب ہیں، پھر حقوق اللہ میں ایک وہ حقوق جن کی قضا یا کفارہ ہو سکتا ہے جیسے پچھلی نمازیں یا روزے فوت ہو گئے تو ان کی قضا واجب ہے، یا زکوٰۃ پچھلے زمانے میں ادا نہیں کی تو اب ادا کرنا ضروری ہے، اسی طرح حج فرض ہونے کے باوجود نہیں کیا تو اب کرنا ہے، یا جیسے قسم کھا کر توڑنے کا کفارہ کہ پہلے ادا نہیں کیا تو اب کرنا ضروری ہے۔

اور دوسری قسم حقوق اللہ کی وہ ہے کہ جس کا شریعت میں کوئی کفارہ مقرر نہیں، مثلاً جھوٹ بولنے کا گناہ یا نفسانی خواہشات میں کسی خلافِ شرع کام کا ارتکاب وغیرہ، اس دوسری قسم کی توبہ تو صرف یہ ہے کہ پوری زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگے اور ہمیشہ استغفار کرتا رہے۔

اور حقوق اللہ کی پہلی قسم جن کی قضا یا کفارہ شریعت میں مقرر ہے اُن تمام حقوق کی ادائیگی بذریعہ قضا یا کفارہ لازم ہے، مثلاً غور کر کے یادداشت لکھ لے کہ عمر بھر میں کتنی نمازیں فوت ہوئیں؟ کتنے روزے نہیں رکھے؟ اب ان سب کو ادا کرے، اگر فوت شدہ نمازیں مقدار میں زیادہ ہیں تو روزانہ بقدر ہمت و فرصت تھوڑا ادا کرنا شروع کرے اور ہمیشہ کوشش کرتا رہے جب تک وہ پوری ہوں، اسی طرح اگر گزشتہ زمانے میں مال کی زکوٰۃ نہیں نکالی تو تخمینے سے حساب کر کے متعین کر لے کہ کتنی زکوٰۃ میرے ذمہ ہے، اس کو ہو سکے تو فوراً، ورنہ تھوڑا تھوڑا ادا کرتا رہے۔

اسی طرح اگر صدقۂ فطر یا قربانی واجب ہونے کے باوجود ادا نہیں کیا ہے تو اب ادا کرنا اور قربانی کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے، اسی طرح اگر کوئی قسم توڑی ہے جس کا کفارہ واجب ہے وہ ادا کرے، کوئی روزہ رکھ کر یا قصداً توڑا ہے اور اس کا کفارہ واجب ہے تو وہ کفارہ بھی ادا کرے۔

اسی طرح حقوق اللہ میں جتنے حقوق کی قضا ہو سکتی ہے ان کی قضا کرے اور جن کا کفارہ دیا جا سکتا ہے ان کا کفارہ ادا کرے، جب تک ان تمام فوت شدہ عبادات کی قضا اور کفارہ سے سبکدوش نہ ہو محض زبانی توبہ ہرگز کافی نہیں۔

حقوق العباد

دوسری قسم حقوق کی بندوں کے حقوق ہیں، وہ بھی دو قسم کے ہیں، ایک مالی حقوق، جیسے کسی سے قرض لیا پھر ادا نہیں کیا، یا کسی کا کچھ مال کسی معاہدے معاملے کی وجہ سے اس پر لازم تھا وہ ادا نہیں کیا، کسی سے ناجائز طور پر مال چھین لیا یا بطور رشوت کے لے لیا، اس طرح کے تمام حقوق کی بھی فہرست بنائے اور سب کو ادا کرے، اگر یک وقت ادا نہیں کر سکتا، اپنی وسعت کے مطابق دینا شروع کرے۔ یہ حقوق جن لوگوں کے ہیں اگر وہ زندہ ہیں اور ان کے پتے معلوم ہیں تو ادا کرنا آسان ہے، اگر وہ مر گئے تو ان کے وارثوں کو تلاش کر کے ادا

کرنا ضروری ہے، اگر تلاش کے باوجود ان کے پتے معلوم نہ ہوں تو ان کے حقوق کے مطابق رقم ان کی طرف سے صدقہ کر دی جائے۔

دوسری قسم حقوق العباد کی جسمانی حقوق ہیں، جیسے کسی کو ہاتھ یا زبان سے یا جسم سے کوئی ایذاء و تکلیف پہنچائی ہو، کسی کو گالی دی ہو، کسی کی غیبت کی ہو، اس سے معاف کرانا ضروری ہے، کسی کو مارا پیٹا ہو تو اس کا بدلہ دینے کے لئے تیار ہو کر اس سے کہنا کہ تم کو حق ہے، مجھے مار کر بدلہ لے لو یا معاف کر دو۔

جب تک اس تفصیل مذکور کے ساتھ تمام مالی اور جسمانی حقوق العباد سے سبکدوشی حاصل نہ کرے، توبہ مکمل نہیں ہو سکتی۔ اور بغیر تکمیل توبہ کے نفلی عبادات اور ذکر و شغل میں کتنی بھی محنت عمر بھر کرتا رہے کبھی خدا تک نہ پہنچے گا، نہ سیدھا راستہ حاصل ہوگا۔ غرض تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد جو قابل ادائیگی ہیں ان کو ادا کرنا یا معاف کرانا توبہ کے لئے ضروری ہے، خصوصاً حقوق العباد کا معاملہ زیادہ سنگین ہے کہ وہ جب تک صاحب حق معاف نہ کرے کسی طرح معاف نہیں ہو سکتے، اس لئے اللہ کی راہ میں قدم رکھنے والے کے لئے سب سے پہلا کام تکمیل توبہ ہے۔

تیسری ہدایت

علم دین حاصل کرنے کے بیان میں

جب دوسری ہدایت کے مطابق پچھلے گناہوں سے توبہ کر لی اور آئندہ کے لئے یہ پختہ عہد کر لیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پوری پوری پابندی کریں گے، اس میں کتنی محنت مشقت یا دنیوی نقصان یا لوگوں کی ملامت ہو اس کو برداشت کریں گے تو ظاہر ہے کہ یہ کام دین کا ضروری علم[1] حاصل کئے بغیر نہیں ہو سکتا، اس لئے بقدر ضرورت شرعی احکام و مسائل کا علم حاصل کرنا ضروری ہوگا، خواہ کتابیں پڑھ کر یا علماء سے زبانی مسائل معلوم کر کے۔ اور اگر پڑھیں تو خواہ عربی میں پڑھیں یا فارسی، اردو وغیرہ متعلقہ زبانوں میں سے کسی زبان میں ضروری مسائل دین پڑھ لیں۔ اس کام کے لئے آسان اردو زبان میں حضرت سیدی حکیم الامت کی تصنیف بہشتی زیور اور بہشتی گوہر اس کو کسی جاننے والے سے سبقاً پڑھیں یا خود ان کا مطالعہ کریں، اور حضرت کا رسالہ "صفائی معاملات" اور "آداب معاشرت" اور تیسرا باب "متعلقہ [illegible]" کا پڑھیں تو دین کی

(۱) علم دین حاصل کرنے کا یہ مضمون حضرت کے کلی وصیت ہے جس میں تحریر فرمایا تھا، اس کی اہمیت کے پیش نظر اس رسالے میں اس کو ایک مستقل ہدایت کے عنوان سے لکھ دیا ہے۔ ۱۲ محمد شفیع

روزمرہ کی ضرورتوں کے لئے کافی ہیں۔ پھر جو مسئلے سیکھے اس پر عمل کرنے کا پکا ارادہ کرے تاکہ نفس کی خواہشات اور لوگوں کی ملامت عمل سے مانع نہ ہوں۔

چوتھی ہدایت

مرشد کی ضرورت اور اُس کی پہچان

ظاہری اعمال اور ان کے مسائل سیکھنے کے لئے بھی عادۃً استاد کی ضرورت ہوتی ہے، بغیر اُستاد کے یہ کام بھی درست نہیں ہوتا، لیکن اعمال باطنہ جن میں فرائض و واجبات ہیں، کچھ حرام و مکروہ ہیں جو تصوف یا طریقت میں بیان کئے جاتے ہیں، ان کا علم حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے اُستاذ کی ضرورت اس سے زیادہ ہے، ان مسائل کے استاذ کو اصطلاح میں شیخ یا مرشد کہا جاتا ہے۔

باطنی رذائل کو پہچاننا اور ان کا علاج کرنا عادۃً شیخ و مرشد کے بغیر نہیں ہو سکتا، اس لئے جو شخص اس طریق میں قدم رکھے اس کے لئے ضروری ہے کہ شیخ و مرشد کی تلاش کرے، جب وہ مل جاوے تو اس کی طرف رجوع کرے اور اُس کی تعلیم کا پورا پورا اتباع کرے، توبہ جس کا بیان دوسری ہدایت میں آیا ہے جب کوئی اس پر عمل کرنا شروع کرے گا تو معلوم ہوگا کہ اس کی تکمیل میں بھی جگہ جگہ مرشد

کی ضرورت ہوتی ہے، بغیر شیخ کامل کی رہبری کے توبہ بھی مکمل ہونا مشکل ہے۔

پیر کامل کی پہچان

پیر کامل وہ ہے جس میں یہ باتیں موجود ہوں

ضرورت کے موافق دین کا علم اس کو ہو۔

۲۔ عقیدے اور عمل اور عادتیں اس کی شرع کے موافق ہوں۔

۳۔ دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو، کامل ہونے کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی دُنیا کی ایک شاخ ہے۔

۴۔ کسی کامل پیر کے پاس کچھ دنوں تک رہا ہو۔

۵۔ اس کے زمانے میں جو عالم اور درویش منصف مزاج ہوں وہ اس کو اچھا جانتے ہوں۔

۶۔ عام لوگوں کی نسبت خاص لوگ یعنی جو لوگ سمجھ دار اور دین دار ہوں وہ اس کے زیادہ معتقد ہوں۔

۷۔ اس کے مریدوں میں اکثر مرید شرع کے پابند ہوں اور ان کو دُنیا کی طمع نہ ہو۔

۸۔ وہ پیر اپنے مریدوں کی تعلیم جی سے کرتا ہو اور چاہتا ہو کہ یہ دُرست ہو جاویں، اور اگر مریدوں کی کوئی بُری بات دیکھتا ہو یا سنتا ہو تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر ایک

کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔

۹۔ اس کے پاس چند روز بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور اللہ کی محبت میں زیادتی معلوم ہوتی ہو۔

۱۰۔ خود بھی وہ ذکر و شغل کرتا ہو، کیونکہ بغیر عمل کے پختہ ارادہ کئے ہوئے تعلیم میں فائدہ نہیں ہوتا۔

جس شخص میں یہ نشانیاں موجود ہوں پھر یہ نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ یا پوشیدہ یا آئندہ ہونے والی باتیں اس کو معلوم ہوتی ہیں یا نہیں؟ یا یہ جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہو جاتی ہے یا نہیں؟ یا یہ اپنی باطنی قوت سے کچھ کام کر دیتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ باتیں پیر ہونے کے لئے ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح یہ نہ دیکھے کہ اس کی توجہ سے لوگ تڑپتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ یہ بزرگی کے لئے ضروری نہیں۔ اصل میں اس قسم کا اثر نفس کے متعلق ہے جو مشق کرنے سے بڑھ جاتا ہے، جو شخص پرہیزگار بھی نہیں، بلکہ جو مسلمان بھی نہیں وہ بھی کر سکتا ہے اور اس توجہ دینے سے کچھ زیادہ نفع بھی نہیں ہوتا کیونکہ توجہ کا اثر باقی نہیں رہا کرتا، بس توجہ کا اتنا فائدہ ہے کہ جو مرید ایسا ہو کہ اس میں ذکر کا اثر بالکل نہ ہوتا ہو اس کو پیر چند روز تک توجہ دے تو اس میں توجہ دینے سے ذکر کا اثر ہونے لگتا ہے، یہ نہیں کہ خواہ مخواہ لوٹ پوٹ ہی ہو جاوے۔

پانچویں ہدایت

پیری مریدی کا مقصد

جب پیر کامل مل جاوے اور اس سے مرید ہونے کا ارادہ کرے تو پہلے یہ سمجھ لے کہ مرید ہونے سے غرض کیا ہے؟ کیونکہ مرید ہونے سے لوگوں کی بہت سی غرضیں ہوتی ہیں، کوئی تو یہ چاہتا ہے کہ ہم کرامت والے ہو جاویں اور ہم کو کشف سے وہ باتیں معلوم ہونے لگیں جو اوروں کو معلوم نہیں ہوتیں۔ سو تیسری ہدایت میں ابھی تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ خود پیری ہی میں یہ ہونا ضروری نہیں کہ اس سے کرامتیں ہوں، اس کو کشف سے ایسی باتیں معلوم ہو جایا کریں جو اوروں کو معلوم نہیں ہوتی ہیں تو بیچارہ مرید اس کی کیا ہوس کرے گا، کوئی یہ سمجھتا ہے کہ مرید ہونے سے پیر صاحب بخشش کے ذمہ دار ہو جاویں گے، قیامت میں وہ دوزخ میں نہ جانے دیں گے خواہ کیسے ہی بُرے کام کرتے رہو، یہ بھی محض غلط ہے، خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا "یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار" اے فاطمہ! اپنے کو دوزخ سے بچاؤ، یعنی عمل کرو۔ کوئی یہ سمجھتا ہے کہ پیر صاحب ایک نگاہ میں کامل کردیں گے، ہم کو نہ محنت کرنا پڑے گی، نہ گناہ چھوڑنے کا ارادہ کرنا پڑے گا۔ اگر ایسی

طرح کام بن جاتا تو صحابہ رضی اللہ عنہ کو کچھ بھی نہ کرنا پڑتا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون کامل ہوگا؟ تو کہیں بطور کرامت کے ایسا ہو بھی گیا ہے کہ کسی بزرگ نے ایک نگاہ میں کامل کر دیا، لیکن کرامت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ ہوا کرے، ورنہ یہ ضروری ہے کہ ہر ولی سے کرامت ہوا کرے۔ اس بھروسے پہ رہنا بڑی غلطی کی بات ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خوب جوش وخروش و شورش و مستی پیدا ہو، خوب نعرے لگایا کریں، گناہ آپ سے آپ چھوٹ جاویں، گناہ کی خواہش مٹ جاوے، نیک کاموں کا ارادہ ہی نہ کرنا پڑے، آپ سے آپ ہو جایا کریں، دل کے وسوسے اور خطرے سب مٹ جاویں، بس ایک بے خودی کی کیفیت رہا کرے، یہ خیال پہلے سب خیالوں سے اچھا سمجھا جاتا ہے لیکن سبب اس کا ناواقفیت ہے، یہ سب باتیں کیفیات اور حالات کہلاتی ہیں اور حالات کا پیدا ہونا آدمی کے اختیار سے باہر ہے، اور حالات اگرچہ بہت عمدہ چیزیں ہیں مگر مقصود نہیں، مقصود وہی چیز ہو سکتی ہے جس کا حاصل کرنا اختیار میں ہو۔ غور کرنے سے معلوم ہو کہ اس قسم کی خواہشوں میں نفس کا چھپا ہوا مکر ہے، وہ یہ کہ نفس آرام اور مزہ اور ناموری چاہتا ہے، ان کیفیتوں میں یہ سب باتیں حاصل ہیں، جو شخص اللہ کی رضامندی کا طالب ہوگا جس کے متعلق آگے بیان آتا ہے کہ درویشی سے مقصود یہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے، ایسے شخص کو ان خواہشوں سے کیا تعلق؟ وہ تو اپنی

حالت ایسی رہے گا جیسے کوئی یوں کہہ رہا ہے۔

فرق و وصل چہ باشد رضاء دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائی

یعنی جس کو تم فراق سمجھتے ہو اور جس کو وصال سمجھتے ہو یہ دونوں برابر ہیں، اصل چیز اس کی رضامندی ہے، اللہ تعالیٰ سے اللہ کے سوا دوسری چیز چاہنا افسوس کے قابل بات ہے۔

روزہا گر رفت گو رو باک نیست
تو بماں اے آنکہ جز تو پاک نیست

یعنی کیفیتیں اور حالات اگر جاتے رہے تو کوئی افسوس کی بات نہیں، اللہ کا تعلق رہنا چاہئے جس کے برابر کوئی چیز پاک نہیں۔

بس زبون وسوسہ باشی دلا
گر طرب را باز دانی از بلا

یعنی اے دل! ابھی تو خیال فاسد ہی میں مغلوب ہے، اگر تو راحت و مصیبت میں فرق سمجھے۔

پھر یہ کہ ایسا شخص دو قسم کی خرابیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ یہ کیفیتیں یا حاصل ہوں گی یا نہیں، اگر حاصل ہو گئیں تب تو بوجہ اس کے کہ یہ شخص اسی کو درویشی سمجھتا تھا، اپنے کو کامل سمجھنے لگتا ہے اور ان ہی کیفیات پر بس کر کے پرہیزگاری اور عبادت کو بے قدر ضرور سمجھنے لگتا ہے اور اگر حاصل نہ ہوں تو غم میں مرنے گھٹنے لگتا ہے، اور کچھ ای

کی خصوصیت نہیں بلکہ جو شخص بھی ان کی باتوں کی خواہش کرے گا جو اختیار سے باہر ہیں، غم اور پریشانی میں مبتلا رہے گا۔ کوئی کہتا ہے کہ پیر صاحب کے پاس عمل بڑے بڑے اچھے ہیں، جب ضرورت ہوگی ان سے تعویذ گنڈے لے لیا کریں گے، یا پیر صاحب کی دعا بہت قبول ہوتی ہے، مقدموں میں اور دنیا کی ضرورتوں میں ان سے دعا کرا لیا کریں گے اور سب کام ہماری مرضی کے موافق ہو جایا کریں گے، گویا ساری خدائی پیر صاحب کے قبضے میں ہے۔ یا ہم ان سے ایسی چیز سیکھ لیں گے کہ ہم برکت والے ہو جاویں گے کہ ہمارے دم کر دینے اور ہاتھ پھیر دینے سے ہی اچھے ہو جاویں گے، چنانچہ ایسے لوگ بزرگی ان ہی عملوں اور ان کے اثر کو سمجھتے ہیں، چونکہ ان عملوں کو بزرگی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ نیت بالکل دنیا ہی کا چاہنا ہے، اس لیے غلطی در غلطی ہے۔ کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ذکر و شغل کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ کچھ روشنی دکھائی پڑے گی یا کوئی آواز سنائی دے گی، یہ بھی بالکل غلط خیال اور ناسمجھی ہے، چونکہ اول تو یہ ضروری نہیں کہ ذکر و شغل کرنے سے روشنی معلوم ہو یا آواز سنائی دے اور نہ ذکر و شغل کرنے سے روشنی وغیرہ کا دکھائی پڑنا مقصود ہے، دوسرے ذکر و شغل کرنے سے جو روشنی نظر آوے یا جو رنگ دکھائی دے یا جو آواز سنائی دے، بعض دفعہ یہ ذکر و شغل کرنے والے کے دماغ کا فعل ہوتا ہے، غیب کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ تیسرے اگر مان بھی لیا جاوے کہ غیب کی کوئی چیز دکھائی

پڑی یا غیب کی آواز سنائی پڑی تو اس سے کیا فائدہ ہوا؟ غیب کی چیز معلوم ہو جانے سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل نہیں ہو سکتی، اللہ تعالیٰ کی نزدیکی تو اس کی عبادت اور فرمانبرداری سے حاصل ہوتی ہے۔ بعض دفعہ شیطانوں کو فرشتے دکھائی دیتے ہیں، مگر وہ شیطان کے شیطان ہی رہتے ہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد ہر ایک کو غیب کی بہت سی باتیں معلوم ہو جائیں گی، تو یہ بات کافروں کو بھی حاصل ہو جاوے اگر وہ بات معلوم ہو گئی تو کیا کمال ہوگا؟ جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ جتنی باتیں مذکور ہوئیں مقصود درویشی سے ان میں سے کسی کا حاصل ہونا بھی نہیں ہے تو ان سب خیالوں کو دل سے نکال کر اصلی غرض اور مقصود درویشی سے اللہ کی رضامندی سمجھے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب حکموں کو بجا لاوے اور ذکر کی پابندی کرے، جو پیر بتاتا ہے اور مرید اس پر عمل کرتا ہے۔ اگرچہ کوئی کیفیت معلوم نہ ہو اور نہ کوئی کمال اس کے خیال میں حاصل ہو تب بھی آخرت میں ذکر اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کے بجا لانے کا فائدہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ظاہر ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے جنت میں داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا، دوزخ سے بچے گا۔

بیعت اور پیری مریدی کی حقیقت

اور حقیقت پیری مریدی کی یہی ہے کہ پیر وعدہ کرتا ہے ذکر اور

ہے نے خصوصوں سے بتلانے کا اور مرید اقرار کرتا ہے کہ پیر جو بتلا دے گا اس پر عمل ضرور کرے گا، اور اگرچہ پیر کی طرف سے یہ تعلیم اور مرید کی طرف سے پیر کے بتلائے ہوئے پر عمل بدون اس خاص طریقے کے بھی ہو سکتا ہے کہ جس طریقے سے مرید ہونے کا دستور ہے لیکن اس خاص طریقے سے مرید ہونے میں یہ خاصیت ہے کہ پیر کی توجہ مرید پر زیادہ ہو جاتی ہے اور مرید کو پیر کا کہا ماننے کا زیادہ خیال ہو جاتا ہے، اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ایک ہی پیر کرے اور اپنے پیر کو اس زمانے کے سب بزرگوں سے اچھا سمجھے، اس کی مصلحت فقط یہی ہے کہ اس صورت میں دونوں طرف سے تعلق بڑھ جاتا ہے، اور ہاتھ میں ہاتھ لینا یا کوئی کپڑا وغیرہ عورت کو پکڑوا دینا جبکہ وہ پاس ہو، یہ بزرگوں کی ایک نیک رسم ہے، اس قرار کی مضبوطی کے واسطے جو کہ پیر اور مرید میں ہوتا ہے، مگر یہ قرار دونوں طرف سے بدون اس کے بھی ہو سکتا ہے، اس وجہ سے جو شخص دور سے مرید ہونا چاہے اس کو بدون ہاتھ پر ہاتھ رکھے مرید کر لیتے ہیں، اور حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ میں ہاتھ دینے کا طریقہ اچھا ہے، چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب بیعت فرماتے تھے تو مریدوں کا ہاتھ اپنے دست مبارک سے پکڑ کر بیعت فرماتے تھے اور کپڑے وغیرہ کو پکڑوا دینا یہ بجائے ہاتھ پکڑنے کے ہے۔

چھٹی ہدایت

مرید کے لئے دستور العمل

جبکہ مرید موافق پانچویں ہدایت کے اپنی نیت درست کرے تو اس کو چاہئے کہ اگر مرید ہونے کے بعد فرصت ملے تو چند دن اپنے پیر کے پاس رہے اور اگر اس کی نوبت نہ آوے تو دور ہی سے اس کی تعلیم پر عمل کرے، بلکہ اگر مرید ہونے کے لئے بھی پیر کی خدمت میں نہ پہنچ سکے تو جہاں ہو وہیں سے بذریعہ خط کے یا کسی معتبر آدمی کے واسطے سے مرید ہو سکتا ہے، حاضر ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور طریقۂ تعلیم ہر پیر کا جدا ہے، ان سب طریقوں کو اس کتاب میں لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، ایک چھوٹا سا دستور العمل لکھے دیتا ہوں جو بوجہ اس کے کہ انتہا درجے کا اس میں نفع ہے اس قابل ہے کہ اس کو عطر تصوف کہا جاوے، اور یہ طریقہ بہت خوب چھان کر ہاتھ لگا ہے اور یہی سبب اس کتاب کے لکھنے کا اسی طریقے کو بیان کرنا ہے۔

یہ دستور العمل سب راہ درویشی کے چلنے والوں کے لئے بھی ہے، جب تک وہ اپنے پیر تک نہ پہنچیں اور جو میرے دوست ہیں ان کے لئے ہمیشہ کے عمل کرنے کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ سے قوی امید رکھتا ہوں کہ اس دستور العمل کے موافق عمل کرنے والا محروم نہ رہے گا،

پھر اگر کوئی شخص اس دستور العمل پر عمل کرے اور کسی کامل شیخ کو بھی دستور العمل کو پسند کرے اور اجازت دے دے تب تو قصہ آسان ہوا اور اگر اس کے وظیفوں میں اور جو اور جو عمل اس میں لکھے ہیں ان میں کچھ کمی بیشی کرے یا اس کے علاوہ اور کچھ بتلا دے تو جیسے وہ کہے ویسا کرے، البتہ اس دستور العمل میں جو ضروری باتیں شروع میں لکھی ہیں ان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی ہے، وہ ویسی ہی رہیں گی، اب سمجھنا چاہئے کہ خلاصہ اس دستور العمل کا یہ ہے کہ اس راہ کو چلنے والا یا عامی ہے یعنی عالم نہیں، یا عالم ہے، اور ہر ایک ان میں سے یا کمانے اور بیوی بچوں کے حقوق کے ادا کرنے سے بے فکر ہوگا یا بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے کی اور کمانے کی فکر میں لگا ہوگا، یہ کل چار قسمیں، درویشی کی راہ چلنے والوں کی ہیں، ایک وہ عامی جو کمانے اور بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے سے بے فکر ہے، دوسرا وہ عامی جو کہ کمانے اور بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے کی فکر میں لگا ہوا ہے، تیسرا وہ عالم جو دنیا کے کاموں سے خالی ہے، چوتھا وہ عالم جو روزگار کے کام میں لگا ہوا ہے، ہر ایک کے لئے ایک ایک دستور العمل ہے۔

دستور العمل اس شخص کا جو عالم نہیں اور دنیا کے کام سے بے فکر نہیں ہے

یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے عقیدے ٹھیک کرے اور ضروری

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] سبحان الله [illegible] الله [illegible]

[illegible] الله [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
کے خلاف ہے، اور باقی [illegible]
[illegible]

[illegible] عمل اس شخص کا [illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

حرج نہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] تو حرج کچھ نہیں۔

دستور العمل خاص اس عالم کا جو

کام میں لگا ہوا نہ ہو

[illegible]

ضرورت کی [illegible] نہیں ہے۔ اور پھر [illegible] وقت [illegible]

[illegible] کی ضرورت [illegible]

وقت جہاں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

---

(١) [illegible]

[illegible]

مراقبۂ موت

[illegible]

[illegible] یکسوئی پیدا ہوتی ہے۔

حقیقت بیان کرتا ہے اور اگر وحدت حالی ہو تو وجود کو مشغول مرید کر
رہا ہے کہ اس میں جو اس کو مرتب کرتا ہے تدریج کرتا ہے وہی سے
یہاں رستے میں جو وہ منتہی اس حالت سے آخر میں یہی حال
کے اس پانی کے جاننے کو شخص اکثر کہتے ہیں۔ باقی کشف ولی
(حق پوشیدہ چیز اس کا حال معلوم ہوتا ہو جو بات آگے چل کر ہو سے
وہ اب اس کا ظاہر ہو جاتا) کشف الہی سے ۔ اس میں لذت ہے
ورنہ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہونے میں اس سے بڑا رتبہ موسیٰ
علیہ السلام کشف الہی میں زیادہ تھے اور خضر علیہ السلام کشف کونی میں۔
پھر خضر سے کس کا مرتبہ بڑھ جاتا ہے؟ اس یہ بات یہاں سے موسیٰ
علیہ السلام کا مرتبہ بڑا ہے اس قرآن کے اس قول سے خضر علیہ السلام نے
پاس جب کا بیان علم و علیمی سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بیٹے
تو کہ بات کا جس کا مطلق تھی کہ بات کرتے تھیں سے وقت سے
سے کہ بات کہ ٹال دیا کرتے ہیں سوائے کچھ بات کہا کہ ہیں کہ قرآن
سے کسی نے پوچھا تھا کہ اس وقت سب سے زیادہ عالم کون ہے؟
آپ نے فرمایا انا اعلم کہ میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ یہ آپ کا
فرمانا اس اعتبار سے تھا کہ جو علم شریعت کا ہے اس کو سب سے زیادہ
میں جانتا ہوں۔ لیکن بات آپ نے مطلق کہی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا
وہ کہ ہر طرح کا علم کے جاننے کا دعویٰ ہے اس سے
اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بتلایا کہ تکوینی علم میں خضر علیہ السلام

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] مجبور پڑا رہے۔ ہاں! اگر [illegible]
اور بات ہے۔

نسبت باطنی

[illegible]

رغبت ہو جاوے اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے اُن سے اسکی نفرت ہو جاوے جیسی کہ ان چیزوں کی طرف رغبت ہوتی ہے جو اپنے جی کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اور جیسی کہ ان چیزوں سے نفرت ہوتی ہے جو اپنے جی کو بری معلوم ہوتی ہیں، اور حرص دُنیا کی دل سے نکل جاوے ور اس کی سب عادتیں مطابق قرآن شریف کے ہو جاویں، البتہ اگر طبعی سستی کسی حکم کے بجالانے میں واقع ہو یا کوئی بُرا وسوسہ دل میں آوے اور اس پر عمل نہ کرے تو اس کو یہ نہ سمجھا جاوے گا کہ شریعت کے حکموں کی رغبت اور شریعت میں جو باتیں منع ہیں ان سے نفرت پیدا نہیں ہوئی، اور یہی مرتبہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور فرمانبرداری کی حاصل ہو جانے کا ہے جس کو ہم نے علامت نسبت باطنی کے حاصل ہو جانے کی بتلایا ہے محبت الٰہی کہتا ہے۔ اور اگر نسبت باطنی حاصل ہو جانے کے ساتھ غیب سے بعض علم کی باتیں اور بھید کی باتیں بھی اس کے دل میں آنے لگیں تو یہ شخص عارف کہلاوے گا۔ اب بعد حاصل ہونے نسبت باطنی کے، پڑھانے، وعظ کہنے، کتابیں تصنیف کرنے میں کچھ حرج نہیں بلکہ علم دین کی خدمت کرنا سب عبادتوں سے بڑھ کر ہے، اور اگر پیر اس کو مرید کرنے اور ذکر شغل بتلانے کی اجازت بھی دے دے تو اللہ کے بندوں کو اس فائدے کے پہنچانے میں بخیلی نہ کرے، لیکن اپنے کو بڑا نہ سمجھے، بلکہ خلق کا خدمت گزار اپنے کو سمجھے، اور اگر پیر اجازت نہ دے تو ہرگز ایسی جرأت نہ کرے اور اپنی طرف سے

اجازت مانگے، کیونکہ یہ ہوس ہے بڑائی کی، اور اگر پیر اجازت مانگنے
سے بھی اجازت نہ دے تو موافق اجازت کام کی نہیں، بلکہ بڑا بننے
سے چھوٹا رہنا بہت اچھا ہے، البتہ پیر کا حکم ہو جانے کے بعد حکم نہ ماننا
بھی مناسب نہیں، اگر سب یہی کرتے تو سلسلہ ہی درویشی کا بند
ہو جاتا، لیکن مریدوں سے امید رکھنا شر ہے بلکہ اگر وہ کچھ نذرانہ
بھی دیں تو مرید ہونے کے وقت تو بالکل قبول نہ کرے کہ یہ صورت
بدلہ لینے کی سی ہے، اور دوسرے وقت اگر خوشی سے اور حلال آمدنی
سے موافق اپنی آمدنی کے اتنا دیں جس کے دینے سے اس کو پریشانی
نہ ہو تو ایسی صورت میں ہدیہ قبول کر لینا سنت ہے، اور انکار کرنے میں
مسلمان کی دل شکنی ہے اور اللہ کی ناشکری ہے، اگرچہ وہ ہدیہ تھوڑا ہی
ہو، اور اگرچہ لوگوں کے سامنے دے جب بھی لینے میں عار نہ کرے کہ
اس کا سبب بھی تکبر ہے۔ یہاں تک دستور العمل مذکور تمام ہو، اور اس
دستور العمل کی عبارت اس وجہ سے ذرا لمبی ہو گئی کہ اس میں گفتگو ذرا
علم و دلیل کی سی ہے، جن کی تسلی بدون تفصیلی بیان کے نہ ہوتی ہے
اور نہ ان کو مزہ آتا ہے، ورنہ حاصل مطلب تھوڑا ہی ہے جس کو اب پھر
دوبارہ اس لئے لکھے دیتا ہوں کہ اصلی مطلب کے ٹکڑے اس لمبے
مضمون میں بکھر گئے ہیں، اس کی فہرست یہ ہے تہجد، تہجد کے بعد بارہ
تسبیح، بعد نمازِ فجر تلاوت قرآن شریف اور ایک منزل مناجات مقبول
کے بعد ذکر "اللہ، اللہ" کا بارہ ہزار سے لے کر چوبیس ہزار تک، بعد

عصر پیر کے پاس حاضر رہنا یا جنگل وغیرہ کی سیر کرنا اور اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرنا۔ بعد مغرب مراقبہ موت باقی جو وقت بچے اس میں درود شریف پڑھنا بے تعداد۔ اگر ضرورت ہو تو شغل انحد کرنا۔ پرہیزگاری کا خیال رکھنا، ذکر پابندی سے کرنا، گناہوں سے اور اللہ کی یاد نہ رہنے سے بچنا۔ اور ان گناہوں سے خاص بچنا، کسی لوگوں کے دکھلاوے کے لئے کوئی عمل کرنا، اپنے کو بڑا سمجھنا، فخر کرنا، اپنے جی ہی جی میں اپنے کمالات پر خوش ہونا اور نفس کا بھولنا، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا، بیکار باتیں کرنا اور لوگوں سے زیادہ ملنا جلنا، شہوت سے نامحرم عورت یا لڑکے کو دیکھنا یا اس کا خیال دل میں شہوت کے ساتھ لانا، بہت غصہ کرنا، تنگی سے رہنا، دنیوی تعلقات بڑھانا اور جو باتیں اس قسم کی ہوں ان سے بچنا اور بقیہ فہرست یہ ہے، نسبت باطنی حاصل ہونے تک وعظ اور پڑھنے وغیرہ کو ترک کرنا، بدون اجازت پیر کے کسی کو مرید نہ کرنا اور ذکر و شغل کی تعلیم نہ کرنا، اور حاصل کل ان سب باتوں کا دو چیزیں ہیں، ایک اللہ اور رسول کے حکموں پر چلنا، دوسرے ذکر کی پابندی کرنا، گناہ سے اللہ اور رسول کی تابعداری میں فرق آتا ہے، اور پابندی نہ رہنے سے ذکر میں نقصان پیدا ہوتا ہے، پس سب سے اپنا اصلی کام ہمیشہ تابعداری اور ذکر کی پابندی کو ورد سمجھے اور اللہ کی یاد بھولنے سے بچتا رہے۔ اگر ایک مدت تک اس کی پابندی رہے گی تو ان شاء اللہ محروم نہ رہے گا۔

ورنہ یوں تو اول ہی سے فائدہ ہونا شروع ہو جاتا ہے، لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آتا، ایک وقت ایسا آوے گا کہ یہ بھی سمجھنے لگے گا، لیکن نہ گھبراوے، نہ جلدی کرے، نہ سستی کرے، کیونکہ فائدے کے لئے نہ کوئی مدت مقرر ہے، نہ کوئی اس کا وعدہ ہو سکتا ہے، بس اس قدر اُمید کر سکتے ہیں۔

اندریں رہ می خراش و می تراش
تا دمِ آخر دمے فارغ مباش
تا دمِ آخر دمے آخر بود
کہ عنایت با تو صاحب سر بود

یعنی اس راہ میں جو قدم رکھے اس کو چاہئے کہ اس دھندے میں لگا رہے، مرتے دم تک ایک گھڑی بے فکر نہ بیٹھے، آخر دم تک کوئی نہ کوئی وقت ایسا ہوگا کہ خدا تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوگی اور بیڑا پار ہو جاوے گا۔ اور اگر ان سب باتوں کے ساتھ ابتداء میں ذرا زیادہ اور اس کے بعد بھی کبھی کبھی پیر کی خدمت میں رہنے کا بھی اتفاق ہو جاوے تو نور علیٰ نور ہے، اس کے پاس رہنے میں جو فائدے ہیں ان میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کو دیکھ کر اس کی عادتیں اختیار کرے گا، ذکر میں، عبادت میں، رونق و تازگی ہوگی، ہمت بڑھے گی، جو شبہات ہوں گے اس کے بارے میں پوری تسلی ہو جاوے گی اور اس کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں جو پاس رہنے سے خود ہی وارد ہوتے

یہ معمولی بات ہے کہ مریض کا حکیم کے پاس ہونا اور دور رہنا دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، کسی نے خوب کہا ہے

مقام امن و مے بے غش و رفیق شفیق
گرت مدام میسر شود زہے توفیق

یعنی امن اور اطمینان کی جگہ اور شراب خالص محبت الٰہی کی اور دوست رکھنے والے پیر کی صحبت ہمیشہ کے لئے میسر ہو جاوے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے، "واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل"، یعنی اللہ تعالیٰ سچی بات کا کہنے والا اور راہ راست کا دکھانے والا ہے۔

ساتویں ہدایت

دلجمعی کے بیان میں

ذکر کرنے والے کو چاہئے کہ جو باتیں دل کو پریشان کرنے والی ہیں ان سے بچے، کیونکہ اطمینان دل کا بڑی دولت ہے اور یہ باتیں بہت سی ہیں، ایک اپنی بے احتیاطی سے صحت خراب کر لینا اس لئے صحت کی بہت حفاظت کرے، دماغ کو تر و تازہ رکھنے کی اور دل کو قوت پہنچانے کی فکر رکھے، دوا سے بھی اور غذا سے بھی، غذا میں نہ اتنی کمی کرے کہ ضعف اور خشکی ہو جاوے، نہ اتنی زیادتی کرے کہ ہضم نہ ہو، کہ اس سے بھی صحت خراب ہو جاتی ہے، صحبت کی کثرت نہ کرے

کہ اس سے بھی اعضائے رئیسہ خاص کر دل و دماغ کمزور ہو جاتے ہیں، جب تک سچی بھوک نہ لگے کھانا نہ کھاوے، اور ایک دو لقمے کی خواہش باقی رہتے پر کھانا چھوڑ دے، اور جب تک طبیعت میں سخت تقاضا نہ ہو صحبت نہ کرے، اسی طرح سونے میں اوسط درجے کا خیال رکھے، نہ بہت زیادہ سووے کہ سستی ہو جاوے، نہ کمی بہت کرے کہ خشکی ہو جاوے۔ دوسری بات دل کو پریشان کرنے والی بلا ضرورت عمدہ غذاؤں کی فکر میں لگا رہنا۔ تیسری بات ہر وقت اپنے بدن کی آرائش میں لگا رہنا ہے کہ اسی بارے میں کہا گیا ہے۔

عاقبت سازد ترا از دیں بری
ایں تن آرائی وایں تن پروری

یعنی انجام اس بدن کی آرائش اور پیٹ کے پالنے ہی میں رہنے کا یہ ہوگا کہ دین رخصت ہو جاوے گا، مطلب یہ کہ پورا دین نہ رہے گا، البتہ بالکل میلا کچیلا رہنا بھی برا ہے کہ اس سے بھی دل میلا ہوتا ہے، سادہ اور صاف رہے البتہ اگر بدون فکر کے اچھا لباس اور عمدہ غذا میسر ہو اور نفس میں کسی برائی کے پیدا ہونے کا ڈر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، کام میں لاوے اور شکر بجا لاوے۔ چوتھی بات مال کی حرص اور اس کے جمع ہونے کی فکر میں لگا رہنا یہ کہ جو مال پاس ہے اس کو بے کار خرچ کر کے اڑا دینا کہ دونوں کا نتیجہ دل کا پریشان ہونا ہے، حریص آدمی تو ہر وقت اسی دھن میں لگا رہے گا اور فضول خرچ

مال ختم ہونے کے بعد آخر پریشانی میں مبتلا ہوگا یا پرائے مال پر نظر دوڑائے گا۔ پانچویں بات کسی سے دوستی یا دشمنی باندھ لینا، دوست اس کو گھیر کر اس کا وقت ضائع کریں گے اور دشمن اس کو ایذا پہنچا کر پریشانی میں ڈالیں گے۔ اسی طرح اور جو باتیں پریشانی کا سبب ہوں اور خود ضروری نہ ہوں ان سب سے جہاں تک ہوسکے بہت بچتا رہے، البتہ اگر کوئی پریشانی اس طرح پیش آجائے کہ اس نے کام پریشانی کا نہیں لیا تھا یا اس نے کسی شرعی ضرورت سے لیا تھا پھر اس میں کوئی پریشانی آگئی ہے، مثلاً کسی سود خوار نے کوئی چیز اس کو دی، اس نے لینے سے انکار کردیا وہ اس کا دشمن ہوگیا تو ایسی پریشانی سے باطن کا نقصان نہ ہوگا۔ مگر ایسی پریشانی میں مبتلا ہوجائے تو بے چین نہ ہو، حق تعالیٰ پر نظر اور بھروسہ رکھے وہ مدد فرمائے گا، اگر کچھ تکلیف بھی پہنچے تو اس میں حکمت الٰہی سمجھ کر اس پر راضی رہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور رضامندی اور زیادہ حاصل ہوگی۔

آٹھویں ہدایت

اختیاری اور غیر اختیاری اعمال کے متعلق

جو باتیں اختیاری ہیں ان میں تو کمی نہ کرے اور جو باتیں اختیاری نہیں، اگر اچھی ہیں تو ان کے پیچھے نہ پڑے، اور اگر ناگوار ہونے والی ہیں تو ان کے دور کرنے کی فکر میں نہ پڑے، مثلاً نماز یا تلاوت قرآن یا ورد کرے اندر تو یہ اختیار میں ہے کہ اپنے دل کو اگرچہ زور لگا کر ہو متوجہ رکھے۔ جس کے کئی طریقے ہیں۔ مثلاً ایک طریقہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات کا خیال باندھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لفظوں کے معنی و مطلب کی طرف دھیان رکھے یا فقط لفظوں کی طرف خیال رکھے، اس طرح کہ ہر ہر لفظ سوچ کر زبان سے نکالے، بس اس میں تو کمی نہ کرے، باقی نماز میں یا تلاوت قرآن کے وقت جی نہ لگنا یا مزہ نہ آنا یا وسوسوں اور خطروں کا کثرت سے آنا خواہ وہ کیسے ہی برے ہوں یہ بات اختیار سے باہر ہے اس کی فکر نہ کرے، اپنا اختیاری کام کئے جائے اس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ خیالات خود ہی کم ہو جاتے ہیں، خاص کر وسوسوں کی طرف تو ذرا بھی توجہ نہ کرے، نہ وسوسے کے آنے سے رنج و غم کرے کہ اس سے وسوسوں کی اور زیادتی ہوتی ہے، پھر سخت پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا عمدہ علاج یہی ہے

کرے اپنے ذکر وغیرہ کی طرف اپنی توجہ کو پھر تازہ کر لیا کرے اور اس وسوسے سے بالکل بے پروائی اختیار کر لے اس سے وہ آپ ہی آپ جاتا رہے گا، اور مثلاً اللہ کی فرمانبرداری اختیاری ہے، اس میں سستی نہ کرے۔ اور یہ باتیں اختیار سے باہر ہیں اچھا خواب دیکھنا، دعا قبول ہونا، ذکر کے اثر سے تڑپ اٹھنا، بے اختیار رونا آنا وغیرہ وغیرہ، ان باتوں کے ہونے کی فکر نہ کرے۔ یا مثلاً گناہ اختیاری ہے، اس کے پاس نہ جائے۔ اور یہ چیزیں اختیاری نہیں مثلاً خواب، طبیعت میں تازگی نہ ہونا، رزق میں کمی ہونا، ذکر میں کسی چیز کا نظر نہ آنا یا کوئی اثر معلوم نہ ہونا، بیمار ہو جانا وغیرہ، ان سے پریشان نہ ہو، یا مثلاً کسی سے بے ارادہ عشق ہو جانا اختیاری نہیں، اس میں کوئی گناہ اور نقصان نہیں اگرچہ تکلیف ہے، لیکن یہ باتیں اختیار میں ہیں اس کو دیکھنا، اس سے باتیں کرنا، اس کی آواز سننا، اس کے پاس آنا جانا، اس کا خیال دل میں لانا، اس کو سوچ کر دل سے لذت لینا، ان سے بچنا ضروری ہے اور اکثر تدبیر سے وہ عشق کم ہو جاتا ہے، اور اگر اس میں کوتاہی کرے گا گناہگار ہوگا اور دل سیاہ ہو جاوے گا۔ یا مثلاً کسی گناہ کی طرف میل غیر اختیاری ہے اس کے دور کرنے کی فکر میں نہ پڑے، البتہ گناہ اختیاری ہے اس سے بچے، اس خواہش پر عمل نہ کرے۔ جو شخص غیر اختیاری چیزوں کے حاصل کرنے یا دور کرنے کی فکر میں رہتا ہے تمام عمر اس کی پریشانی میں گزرتی ہے، یہاں تک کہ بعض لوگوں

نے ایسی وحشتوں سے اپنے کو مردود سمجھ لیا، بعض نے تو خودکشی کر لی ہے، اور بعض ذکر و عبادت چھوڑ کر گناہ بے دھڑک کرنے لگے، غرضیکہ ان لوگوں نے ایمان کا نقصان کیا یا ایمان کے ساتھ جان کا بھی نقصان کیا، بعض خودکشی کرنے میں جان بھی گئی اور گنہگار بھی ہوئے، یہ تو ایمان اور جان کا نقصان ہے، اور ذکر و عبادت چھوڑنے اور گناہ کرنے میں ثواب سے محروم رہے اور گنہگار ہوئے، یہ ایمان کا نقصان ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جو باتیں غیر اختیاری ہیں ان میں جو باتیں ایسی ہیں کہ ان کے ہونے کو جی چاہتا ہے ان کا ہونا بھی درویشی کی راہ چلنے والے کے لئے خرابی کا سبب بھی ہو جاتا ہے، مثلاً اپنے کو کامل سمجھنے لگا اور اس سے اپنے کو اوروں سے اچھا سمجھنے لگا یا کمال کا دعویٰ کرنے لگا یا اس کی وجہ سے بزرگ مشہور ہو گیا اور اس سے نقصان ہوا۔ اسی طرح ان چیزوں کا حاصل نہ ہونا اس کے نفع کا سبب ہو جاتا ہے، مثلاً اپنے کو ناکارہ و حقیر سمجھنے لگا۔ اور باتیں غیر اختیاری ایسی ہیں کہ ان کا ہونا آدمی کو ناگوار ہوتا ہے، ان کا ہونا بھی مفید ہو جاتا ہے، مثلاً اس کے برداشت کرنے میں مشقت ہوتی ہے جو ایک طرح کا مجاہدہ ہے، اور تنگی ہوتی ہے، غم ہوتا ہے جس سے دل کی صفائی ہو جاتی ہے۔ ایسی جگہوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شر لکم" یعنی اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز کا ہونا تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اور واقع میں اس کا

ہونا تمہارے حق میں بہتر ہوتا ہے، اور بسا اوقات تم کسی چیز کو پسند کرتے ہو حقیقت میں وہ تمہارے حق میں بری ہوتی ہے۔ البتہ اگر پسندیدہ باتیں زیادہ حاصل ہوجائیں تو نعمت الٰہی سمجھ کر شکر کرے، جیسا کہ ان چیزوں کے نہ حاصل ہونے کو بھی ایک اعتبار سے جس کا ابھی بیان ہوا ہے نعمت سمجھ کر شکر کرے، خوب سمجھ لو!

نویں ہدایت

در رسوم مشائخ

آج کل اکثر درویشوں میں بعض رسمیں رائج ہوگئی ہیں، سو بعض رسمیں تو محض خلاف شرع ہیں، جیسے قبر کے گرد گھومنا یا قبر کو بوسہ دینا یا کسی پر غلاف ڈالنا یا بزرگوں کی منت ماننا یا ان سے مدد مانگنا۔ اور بعض رسمیں خود جائز تھیں مگر ان کے ساتھ ناجائز باتیں مل کر ناجائز ہوگئی ہیں، جیسے عرس یا گانا سننا یا قل شریف تیجہ یا مجلس مولود شریف کی کہ عام لوگ ان باتوں سے منع کرنے یا خود نہ کرنے کو درویشی کے خلاف سمجھتے ہیں، ان رسموں میں جو خرابیاں ہیں ان کو پورے طور سے احقر نے "اصلاح الرسوم" و "حق السماع" و "تعلیم الدین" کے حصہ پنجم و "حفظ الایمان" میں لکھ دیا ہے۔ اور بعض اس میں ایسی ہیں کہ اگر ان کو دخل بزرگی سمجھا جاوے اور یہ سمجھا جاوے کہ ان سے اللہ

تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے تو یہ نہایت بڑی بدعت ہے، اور اگر
اعتقاد میں کوئی خرابی نہ ہو تب بھی محض دُنیا کے جیسے عمل پڑھنا اور حلال
جانوروں کا گوشت چھوڑ دینا اور بعض رسمیں بھی ہیں اگر ان میں
عقیدے کی خرابی نہ ہو، مثلاً شجرہ پڑھنا کہ اس میں مقبول بندوں کے
ناموں کو واسطہ دعا میں قرار دیا جاتا ہے جس کا جواز حدیثوں سے
ثابت ہے، لیکن اگر شجرہ پڑھنے میں یہ سمجھا جاوے کہ ان حضرات کے
نام پڑھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ وہ ہمارے حال پر متوجہ رہیں گے تو
بالکل غلط اور بے سند عقیدہ ہے، جس کی ممانعت اس آیت سے ثابت
ہے "ولا تقف ما لیس لک بہ علم" یعنی جو بات تجھ کو معلوم نہ ہو
اس پر عمل درآمد نہ کر۔ اور مثلاً درویشی کی کتابوں کا دیکھنا، ہاں اگر
کوئی ایسا عالم ہو کہ علم معقول یعنی منطق وغیرہ اور علم منقول یعنی تفسیر،
حدیث، فقہ یہ سب اچھی طرح جانتا ہو اور ایسے بزرگوں کا صحبت یافتہ
ہو جو علم درویشی کو خوب جانتے ہوں، وہ اگر کتابیں دیکھے تو حرج نہیں،
ورنہ ان کا دیکھنا دین و ایمان کو برباد کرنے والا ہے، اس لئے اس قسم
کی کتابیں ہرگز نہ دیکھی جاویں جیسے مثنوی مولانا روم، دیوانِ حافظ یا
دُوسرے بزرگوں کے ملفوظ یعنی جو باتیں انہوں نے بیان کیں اور
مریدوں نے ان کو جمع کر کے کتاب بنالی، جیسے ان مکتوبات اور ملفوظات
میں درویشی کے بھید یا جو کیفیتیں ان بزرگوں میں پیدا ہوئی تھیں ان کا
بیان ہو، بلکہ جن کتابوں میں ان بزرگوں کی حکایتیں ہوں ان کو بھی نہ

دیکھے، یہ سب کتابیں عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ چونکہ بعض آدمی مرد ہوں یا عورت، مرید ہوکر بھی اپنی حالت اور عادت درست نہیں کرتے اس لئے ان کے بارے میں بھی کچھ ضروری باتیں لکھے دیتا ہوں، باقی پورے طور سے مسئلوں کا بیان دین کی کتابوں میں ہے۔

ہدایتِ دہم

عام مردوں کو نصیحت یعنی جو عالم نہیں

عالموں سے بہت ملتے رہو، ان سے مسئلے پوچھتے رہو، اگر پڑھے ہوئے ہو تو ''بہشتی زیور'' اور ''بہشتی گوہر'' یا اس کی جگہ ''صفائی معاملات'' اور ''مفتاح الجنۃ'' کو دیکھتے رہو، اور اس پر عمل کرتے رہو، لباس خلاف شرع مت پہنو، جیسے ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا جیسے کوٹ پتلون یا ریشمی یا زردوزی کا کپڑا یا چار انگل سے چوڑی بیل دار ٹوپی یا ایسے ہی کام کا کپڑا کامدار جوتا، داڑھی مت کٹاؤ اور نہ اس کو منڈواؤ، البتہ ایک مٹھی سے جتنی زائد ہو اس کا اختیار ہے چاہے کاٹ ڈالو، چاہے رہنے دو، جتنی رسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے طریقے کے خلاف چلی ہوئی ہیں، سب کو چھوڑ دو۔

رسمیں خواہ دنیا کے رنگ میں ہوں، خواہ دین کے رنگ میں جیسے سوم، فاتحہ، عرس اور شادی میں ساچق اور برات اور مہمان داری یا

نام کے لیے کھانا پکانا اور کھلانا یا نام کے لئے دینا دلانا، عقیقہ اور ختنہ
اور بسم اللہ کے مکتب میں لوگوں کا جمع ہونا یہ سب ترک کرو۔ نہ اپنے
گھر کرو، نہ دوسروں کے یہاں شریک ہو، یا غمی میں تیجا، دسواں،
چالیسواں وغیرہ، شب برات کا حلوہ یا محرم کو تیوہار منانا، نہ خود کرو اور نہ
دوسروں کے یہاں جاکر ان کاموں میں شریک ہو، میلوں ٹھیلوں میں
مت جاؤ، نہ اپنے بچوں کو جانے دو اور ان کو ایسی بیہودہ باتوں کے
لئے پیسے بھی مت دو جیسے کنکوا (یعنی پتنگ)، آتش بازی، تصویر دار
کھلونے وغیرہ، زبان کو غیبت اور گالی گلوچ سے بچاؤ، جماعت کے
ساتھ پانچوں وقت کی نماز پڑھو، کسی عورت یا لڑکے کی طرف بری نگاہ
سے مت دیکھو، گانا بجانا مت سنو، پیر سے ہر کام کے لئے تعویذ
گنڈے مت مانگا کرو بلکہ اس سے دین کی باتیں سیکھو، بہت ذکر
کرنے کا مضائقہ نہیں، ایسا مت سمجھو کہ نذرانہ موجود نہ ہو تو پیر کے
پاس کیا جاویں، یہ مت سمجھو کہ پیر کو سب خبر رہتی ہے اس سے پوچھ کہنے
کی کیا ضرورت ہے، درویشی کی کتابیں مت دیکھو اور نہ ایسی باتیں
پوچھو، تقدیر کے مسئلے میں مت بحث کرو، پیر نے جو بتلا دیا وہ کئے
جاؤ، رشوت اور سود مت لو، رہن کی آمدنی بھی سود ہے اس سے بھی
بچو، اور جتنے لین دین خلاف شرع ہیں سب سے بچو، خواب پر بدون
مسئلہ پوچھے عمل مت کرو، اگر پیر کے پاس جاؤ اور وہ اپنے کسی کام
میں لگا ہو تو اس کے کام میں حرج مت ڈالو، ایسی جگہ مت بیٹھو کہ اس

کا دل تم کو دیکھ دیکھ کر بٹ جاوے، کہیں کنارے پر بیٹھ جاؤ، جب وہ کام سے چھٹی پاوے اس وقت سامنے جاؤ، ''تعلیم الطالب'' منگاؤ اور دیکھو، ''تعلیم الدین'' کے چار حصے اول کے دیکھ لو، اور ''جزاء الاعمال'' بھی دیکھ لو۔

عام عورتوں کو نصیحت

شرک کی باتوں کے پاس مت جاؤ، اولاد کے ہونے یا زندہ رہنے کے لئے ٹونے ٹوٹکے مت کرو، فال مت کھلواؤ، فاتحہ، نیاز ولیوں کی مت کرو، نہ بزرگوں کی منت مانو، شب برات، محرم، عرفہ، تبرک کی روٹی، تیرہ تیزی کی گھونگھنیاں کچھ مت کرو، جس سے شرع میں پردہ ہے چاہے وہ پیر ہو اور چاہے اور کیسا ہی نزدیک کا ناتہ دار ہو جیسے دیور، جیٹھ، خالہ کا یا پھوپھی یا ماموں کا بیٹا، یا بہنوئی یا نندوئی یا منہ بولا بھائی یا منہ بولا باپ ان سب سے خوب پردہ کرو، خلاف شرع لباس مت پہنو، جیسے کلیوں دار پائجامہ، یا ایسا کرتا کہ جس میں پیٹ، پیٹھ یا کلائی یا بازو کھلے ہوں یا ایسا باریک کپڑا جس میں بدن یا سر کے بال جھلکتے ہوں، یہ سب چھوڑ دو، لمبی آستینوں کا اور نیچا اور موٹے کپڑے کا کرتہ بناؤ اور ایسے ہی کپڑے کا دوپٹہ ہو، اور دھیان کر کے سر پر سے مت ہٹنے دو، ہاں اگر گھر میں خالی عورتیں ہوں یا اپنے ماں باپ یا حقیقی بھائی وغیرہ کے سوا گھر میں کوئی اور نہ ہو تو اس وقت سر

کھولنے میں ڈر نہیں، کسی کو جھانک تاک مت دیکھو، بیاہ شادی، موتڈن، چلہ، چھٹی، منگنی، چوتھی وغیرہ میں کہیں مت جاؤ، نہ اپنے یہاں کسی کو بلاؤ، کوئی کام نام کے واسطے مت کرو، کوسنے اور طعنے دینے اور غیبت سے زبان کو بچاؤ، پانچوں وقت نماز اوّل وقت پڑھو اور جی لگا کر تھام تھام کر پڑھو، رکوع سجدہ اچھی طرح کرو، ایام سے جب پاک ہو خوب خیال رکھو کسی وقت نماز ایام بند ہونے کے بعد رہ نہ جائے، اگر تمہارے پاس زیور گوٹہ لچکا وغیرہ ہو تو حساب کر کے زکوٰۃ نکالو، ''بہشتی زیور'' ایک کتاب ہے، اس کو یا تو پڑھ لو یا سن لیا کرو اور اس پر چلا کرو، خاوند کی تابعداری کرو، اس کا مال اس سے چھپا کر خرچ مت کرو، گانا کبھی مت سنو، اگر تم قرآن پڑھی ہوئی ہو تو روزانہ قرآن پڑھا کرو، جو کتاب پڑھنے یا دیکھنے کے لئے مول لینا ہو پہلے کسی عالم کو دکھلا لو، اگر وہ صحیح اور معتبر بتلاویں تو خریدو ورنہ مت لو، جہاں رسوم کی مٹھائی وغیرہ تقسیم ہوتی ہو وہاں مت جاؤ، اور نہ بانٹنے میں شریک ہو۔

خاص ذکر و شغل کرنے والوں کو نصیحت

اوپر کی نصیحتیں دیکھ لو، ہر بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کا اہتمام کرو، اس سے دل میں بڑا نور پیدا ہوتا ہے، اگر کوئی شخص کوئی بات تمہاری مرضی کے خلاف کرے تو صبر کرو، جلدی سے کہنے سننے مت لگو، خاص کر غصے کی حالت میں بہت سنبھلا

کرو، کبھی اپنے کو صاحب کمال مت سمجھو، جو بات زبان سے کہنا چاہو پہلے سوچ لیا کرو، جب خوب اطمینان ہو جاوے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اس میں دین یا دُنیا کی ضرورت یا فائدہ ہے اس وقت زبان سے نکالو، کسی بڑے آدمی کی بھی بُرائی مت کرو، نہ سنو، کسی ایسے درویش پر جس پر کوئی حال درویشی کا غالب ہو اور وہ کوئی بات[1] تمہارے خیال میں دین کے خلاف کرتا ہو اس پر طعن مت کرو، کسی مسلمان کو اگرچہ وہ چھوٹے درجے کا ہو حقیر مت سمجھو، مال و عزت کی طمع و حرص مت کرو، تعویذ گنڈوں کا شغل مت رکھو، اس سے عام لوگ گھیرتے ہیں، جہاں تک ہو سکے ذکر کرنے والوں کے ساتھ رہو، اس سے دل میں نور اور ہمت و شوق بڑھتا ہے، دُنیا کا کام بہت مت بڑھاؤ اور بے ضرورت اور بے فائدہ لوگوں سے زیادہ مت ملو اور جب ملنا ہو تو خوش خلقی سے ملو اور جب کام ہو جاوے تو ان سے الگ ہو جاؤ، خاص کر جان پہچان والوں سے بہت بچو، یا تو اللہ والوں کی صحبت ڈھونڈو یا ایسے معمولی لوگوں سے ملو جن سے جان پہچان نہ ہو، ایسے لوگوں سے نقصان کم ہوتا ہے، اگر تمہارے دل میں کوئی کیفیت پیدا ہو یا کوئی علم عجیب آوے تو اپنے پیر کو اطلاع کرو، پیر سے کسی خاص شغل کی درخواست مت کرو، ذکر میں جو اثر پیدا ہو سوائے اپنے پیر کے کسی سے مت کہو، اگر درویشی کی کتابیں دیکھنے کا شوق ہو تو

(۱) اس کے کہ وہ سب باتیں دین کے موافق کرتا ہو۔

پہلے ''تعلیم الدین'' کا حصہ پنجم اور ''کلید مثنوی'' دیکھو، بشرطیکہ تم علم معقول و منقول دونوں خوب جانتے ہو، بات کو بنایا مت کرو بلکہ جب تم کو اپنی غلطی معلوم ہو جاوے فوراً اقرار کرلو، ہر حالت میں اللہ پر بھروسا رکھو اور اسی سے اپنی حاجت عرض کیا کرو اور دین پر قائم رہنے کی درخواست کیا کرو، والسلام فقط

تمام شد خلاصہ قصد السبیل

بندہ محمد شفیع

جمادی الثانیہ ۱۳۹۴ھ